

حق وارث

یا وارث

# روشنی کا سفر حیات وارثی





آرام اللہ قادری دارالعلوم اسلامیہ علی سیدہ عائشہ قادریہ دارالعلوم علی شاہ قادریان سرورہ الاموال

حضرت سید عبد السلام  
عرف میل بالکا رحمت  
اللہ علیہ کی جانب سے  
کتب وارثہ کی یہ  
بہترین کاوش کی گز جو  
کہ ایک سلفہ پویش  
گروہ سے اس ایسے وقت کے  
کامل ترین عالم باعمل  
ولی فطر جو داخل  
سلسلہ حضرت عبداللہ  
شاہ شہید رحمت اللہ  
علیہ سے ہیں لیکن اسرار  
صدر کراچی سے ان کا  
مزار ہے

یہ کام وارث پاک غلام  
نواز عظیمہ اللہ واکروہ کے  
حکم پر کیا گیا اس کام کو  
کون وارث اس جنت  
منسوب کر کے نویں  
حکم مرشد کا ارتکاب نا  
کرے اگر کون بھی  
شخص یہ کہے کہ اس  
سے ہر ذی اہل بنائے تو  
بلی لیجیے گا کہ یہ  
جھوٹ بول ہے غلام کا  
کام غلامی کرنا ہے یعنی  
مرشد کے حکم کی  
تعمیل کرنا ہے نا کہ  
تعریف اور واہ ولی وصول  
کرنا

برائے مہربانی سب  
وارثوں پر حکم مرشد کی  
ابحاح لازم ہے جھوٹ  
بولنے اور واہ ولی سے ہر  
سز گریں شکریہ





Tirbbuwana Prasad  
( Chief Secretary, U. P. )

عزیز حیات  
آپ کی شاعری  
ہزاروں لوگوں کو متاثر  
کیا ہے۔ بھائی کو بھائی  
سے ملدے۔ اکٹیا  
آپ کے کاموں سے قومی  
کو بڑھاوا ملدے اور  
انسانیت کو اپنے آپ کو  
سمجھنے کے لئے مجبور ہوا  
ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے  
آپ کی توجہ ان لوگوں کی  
ہوگی۔

Pragya Prasad -  
(Tirbbuwana Prasad)



Mohd Aslam Nadvi  
(Bombay)

● حیاتِ دارائی کے حکم کی تعریف اور زبان و بیان  
پر غور و تامل نہیں ہم علمِ شعراء سے منہا کرتے ہیں  
ہیں حیاتِ دارائی کو جاننے کا دعویٰ درستی پر  
وہ کلی نکتہ شاعر ہی اسی لئے نہیں دیتے حیات  
عالمی ہے سبب ولسائیت کی اسکی فہم پر  
الکھنئی ناقابلِ حیرت ہے۔

حیاتِ دارائی کا حکم دینے حیات ہی اور ہر حیات  
روشنی کا سنو۔ منزل شناسی اور علمی فکر کی  
نمائندگی کے لئے مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے!  
حیاتِ حال و استقبال کے با حیاتِ شاعر ہی  
اسے مجھ جیتی ہے۔

محمد اسلم نادی  
۱۹۸۰ء

○ تحقیق کار ————— حیات و ادب

○ تخلیق ————— "روشنی کا سفر"

۱۹۸۱ء

○ اشاعت

○ ہمیشہ ————— حیات و ادب

باغ انوار لکھنؤ ۳

○ زیرِ اہتمام ————— عارف نجفی، جتوہرا میٹروی

○ کتابت ————— عثمان قاسمی

○ قیمت ————— بارہ روپے

○ مجموعہ ————— نظامی پریس کلکتہ

○ مکمل شدہ ہوئے \* دارالعلوم فاروقیہ لاہور

○ شیخ غلام محمد ایڈٹنس، ایڈساز سری نگر کشمیر

○ دانش محل، امینہ آباد پانڈی کلکتہ

○ مکتبہ دین و ادب، امینہ آباد پانڈی کلکتہ

اُتر پردیش سارڈو اکبڈ ہسٹریک  
مالو تعاون سے شائع ہوئے

# انتساب

ایچہدو برے بھائیوں اور مخلص کیم فرما  
عَالِیٰ بَیِّنَاتٍ طُرُکِ مَوْجِنِ سَنَکْہِ دُشَوِی  
ہسٹ کٹر انکم ٹیکس



عَالِیٰ بَیِّنَاتٍ عِبَادِ الرَّحْمَنِ قَدْوَالِی

ہسٹ مینجرفوڈ مار پوریشن آف انڈیا

رکے نام

نہ سناختے ہیں کیا تھ

مَیَاتِ وَارِثَہ

حضرت عبداللہ علیہ السلام  
 سے روایت ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے  
 اس کی ہر چیز پوری ہوگی۔

①

# ○ سفر نامہ

ناترا مشیہ میں اب بھی اُن کتابوں کے ورق  
عمرِ محترم جن کی تشریحات میں ابھاکے  
حیاتِ وارثی

میری مائیں کا سفر ۱۹۳۶ء کے شروع ہوا۔  
والد محترم کا نام سید معراج وارثی ہے۔ خاندان کی دینی، علمی اور ادبی  
ہدایات صدیوں کے دامن میں چلیے ہوئے ہیں۔ اجداد کا تعلق غازی ہے  
جوڑی سکونت کر کے ہندوستان آئے۔ سوت، لہرات، اے لکھنؤ تک سلسلہ  
چلا۔

بزرگوں نے بیٹے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی، علم و ادب کو سرمایہ اختیار کیا۔  
دادا محترم مولانا سید ہایت بول کی تصنیفات آج بھی علمی حلقوں سے خواج  
عقیدت محکم کی رہی ہیں۔ سو فاضلہ وارثی اور حضرت معراج وارثی کی نگارشات  
دینی اور ادبی اعتبار سے تاریخ ساز ہیں۔ علم و ادب کی خدمت کا پسلسہ آج بھی  
جاری ہے اور خاندان کے بیشتر حضرات اسی شاہراہ پر گامزن ہیں۔



اسی سب سے گزشت سے میرا مقصد اظہارِ فخر نہیں بلکہ اپنے علمی تعلق کا اظہار ہے جس میں تعلق کا کوئی دخل نہیں ہے۔

میں نے خوش بھالا تو گھر کی فضا کو عشقِ رسولؐ اور ادب کے چھوڑ سے نکلنے پایا، مجھے نعت گوئی کا شوق شاہراہِ سخن تک لے گیا۔ ۱۹۵۰ء میں میں نے پہلی نعت لکھی اور اپنے گھر کی محفل میں پیش کی۔ بڑے والد حضرت مولانا محمد عمر وارثی نے بے انتہا شفقت و محبت سے بہت افزائی کی اور حوصلہ بڑھایا۔

والد محترم کے ہمراہ ۱۹۵۱ء میں کلاکب کا پورے مشاعرے میں شریک ہوا جس کی صدارت حضرت جگر مراد آبادی نے فرمائی تھی۔ حضرت جگر مراد آبادی کی دعاؤں کے سائے میں میری عوامی زندگی کا آغاز ہوا۔

ابتدائی دور میں علامہ شائق ابراہانی، شمس لکھنوی، اسلم لکھنوی، عارف عباسی کی خدمت و قربت سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔

نکاح اور عملِ بہیم کو میری خصوصیات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ میں نے ۱۹۵۸ء میں قبلہ سراج لکھنوی کو اپنا ذہنی اور فکری راہبر تسلیم کیا۔ سراج کی دشمنی میں عرفانِ جیلان حاصل ہوا۔

ابتدائی دور سے میں نے اپنے فن کو مقصدی بنانے کی کوشش کی ہے کیونکہ بے مقصد سفر کا نام آوارہ گردی ہے۔ ہندوستان کے یہاں دور کا نقطہٴ عروج میری آنکھوں نے دیکھا اور سیکرڈ ہن پر نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ گیا یہی نے میری شاعری کا موضوع عزم و حوصلہ، عظمتِ بشر، اعلیٰ قدریں اور یک جہتی و قربت ہے کیونکہ انہیں جنروں کی کیا ہی نے کائنات انسانی کو جہنم زار بنا رکھا ہے۔ میری آنکھوں نے گئی ادبی تحریکوں کو وقت کی گرد میں غائب ہوتے دیکھا ہے میں شاعری کو تری پسند جدید یا قدیم کے خانوں میں بانٹنے کا قائل نہیں ہوں۔ یہ

نعرے بازی یا گرو بندی ہو جس اقتدار پسندی کا دین ہے، ہر حقیقی فنکار اپنے  
عہد اسماحول کا عکاس اور ترجمان ہوتا ہے۔

کل ادھکن کے دریاں آج ایکسٹن کی حیثیت رکھتا ہے، اس میں سے  
جس کل کو الگ کر دیا جائے تو پکی اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس کی تجربات  
اور شادیات کی روشنی میں حال و مستقبل کو آجناک بنایا جاسکتا ہے، اے  
راہروی، پہل پسندی ادھکم آگئی نے مختلف ناموں سے اردو شاعری کو نقصان  
پہونچایا ہے، اردو شاعری کی سب سے بڑی قسمتی یہ ہے کہ زبان و فن سے نا آشنا لوگ  
بھی نئی شاعری کے نام پر زبان و فن کو بھوج کر رہے ہیں۔ یہ سب سے نزدیک شاعری  
سب سے بڑی ذمہ داری اعلیٰ انسانی قدروں کو فروغ دینا اور اچھے سانچے کی تعمیر کیلئے  
جنگل کرنا ہے۔ اُسے ذات سے جڑ ہو کر کائنات کے لئے سوچنا ہے، کیونکہ ذات بھی  
کائنات کا جزو ہے۔ میں بدکرداری، اذیت پسندی، اور نعرے بازی کو نپوالے  
لوگوں کو شاعر تسلیم نہیں کرتا۔ میرا فنی شعور حضرت ابی خسرؤ سے شروع ہو کر ماہ و سال  
کی گزشتیں طے کرتا ہوا سمجھتا ہوں کہ پہونچا ہے۔ اس طویل سفر کے ہر موڑ پر زندگی کے  
ہر رنگی شعری برہمیتی کے دوپ میں اپنی پوری توانائی اور خوشنالی کے ساتھ موجود رہی۔

اس سفر کے کا اگر ایک باب بھی لکھ کر دیا جائے تو پوری کتاب ہے، رہے ہو یا نگی  
نقل اور جھوٹی شاعری سے بچنے کی میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے اس لئے  
میں قدم زمین پر نہیں اور میں ہمیشہ اعتماد اور توازن کے ساتھ رگد ایک شعر پر  
گھزن ہوں۔ فریشتے کا سفر سراج تھا شعری انتخاب ہے۔ اس میں آپ کو  
میں ہر دھڑے کی دلیل مل جائے گی۔

اس مجموعے میں وہ شخص نظمیں نکلے سے اور اقبال کی بھی مثالیں ہیں جو اس بات  
کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ شاعر کیا اور کسے بنانا چاہیئے۔

یہ ذاتی طور پر مذہب اور انسانیت کے حرارت کا قائل ہوں  
 میں نے سیر کے نگر کے کارڈ میں یہ یادداشت ہے کہ زیادہ نمایاں ہے  
 لیکن اذیت کا ہے نام ایسا ہے۔

جسم کے قانون میں گھلا کیا اپنا وجود  
 خود بکھر کر دوسروں کو روشنی بانٹا کئے  
 سرِ اقبال  
 جنوری ۱۹۸۸ء

# آفساز ○

سہکا، شباب، قوس و قزح، روشنی، گلاب  
ہر شخص تجھ کو اپنے نام دے گیا

ہمارے دیدہ و دل کا جواب بنتے ہیں  
 لائیے جو ترا انتساب بنتے ہیں

وہ جن خیالوں کے پیکر نہ ہم تراش سکے  
 وہ لا شعور میں گم ہو کے خوب بنتے ہیں

بے میری فالت سے تیرے وجود کی ٹکسیر  
 الگ ہیں جڑیں طبعی تو کتب بنتے ہیں

نہ ریگ زار نہ دھری، نہ دھوپ اور نہ نگاہ  
 بس ایک نقشہ ہی سے سراب بنتے ہیں

جو چین لیتے ہیں ہونٹوں سے جرات افسار  
 وہ مناسبت سے سب انقلاب بنتے ہیں

وہ لمحے جن میں ترا ٹیس ہو گیا مثال  
 غزل کے جسم میں دھلک کر شراب بنتے ہیں

عجب بات ہے وہ جب بھی سلنے لگے  
 حیات اپنے ہی آنسو عجب اب بنتے ہیں

(جن جن کو یاد آئے ان کو پڑھیں)



عالمات کے دباؤ سے بیجان میں رہے  
ہم ساری عمر جنگ کے میدان میں رہے

تنہائی میں اور کبھی خود کو بھی دیکھتے  
وقت گزر گئی اسی اران میں رہے

جب تجسروں سے ٹوٹے توفیق کے لینے  
جو نخلت پسند تھے نقصان میں رہے

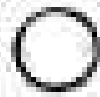
ان کے نقوش ابھرے ہیں قلمی تہ پر  
باختیار ہو کے جوادسان میں رہے

ہم اپنی سطح چھوڑ کے تم تک نہ آ سکے  
لمحات انتقام تو امکان میں رہے

وہ انہیں ہے شہر نگاراں سے رابطہ  
غائب کی طرح ہم بھی بیابان میں رہے

لفظوں کے دائروں میں سمیٹے حیات کو  
حیرت زدہ سے دہر کے ایوان میں رہے

اسی طرح انہیں بھی ہے شہر نگاراں سے رابطہ



میٹھا ذیات کا انجام دے گیا  
وہ مجھ کو ایک ٹوٹا ہوا جام دے گیا

وہ سکر و فن کو جھڑپے نام دے گیا  
غزلوں کو میری پیکر ابھام دے گیا

آیا تھا ساتھ لے کے وہ سوغات جبر کی  
ریخت ہوا تو تحفہ ادا دے گیا

ظاہر ہوئے نہ چھپے دل کے اثرات  
خبروں پہ تبسمہ بھی بہت کام دے گیا

صبا، شام، توں فرغ روشنی گلاب  
ہر شخص شخص کو ایک نیا نام دے گیا

اک کیف انتظار میں جتنی تمام رات  
جو لمحہ گزرا صبح کا پیغام دے گیا

دنیا کی نفسیات سمجھ میں نہ آ سکی  
ہر آدمی حیات کو الزام دے گیا

دوست پرست ہوں، ہر شخص پرست ہوں

ابھرتی ہوں، ہر شخص کے غم کے لیے



سبز ہے گل ہے اور نہ کوئی درخت ہے  
اسے نہ ستورِ فنا وہ گز گاہِ سخت ہے

ملاوت کی پیمائش سے ابھی ہونٹ خشک ہیں  
بکھے کہوں کہ آپ کا لہجہ کرخت ہے

مغموم کیسے سمجھیں اشکِ کناں سے  
ہر مطلعِ نگاہ کا مصرعہ دو سخت ہے

اب تک جب کے سائے میں کوئی پنپ سکا  
انسان کی ہوس وہ گنیز درخت ہے

جستجو کل میں حیات کو تم چاہو ڈھالو  
پھولوں کی سیکا ہے ہی کانٹوں کا تخت ہے

انساں کی فکر کتنے سویتے جگا چسکی  
انسانیت حیات ابھی خوابیدہ سخت ہے

آلہ نقاشی، نیو، ہنگ، امریکا، اسکے مشاعرے سے نشرا





آنکھوں میں اُجالا ہے، حیرت میں اندھیرا ہے  
دنیائے آنگن میں یکساں سویرا ہے

صدیوں سے ہے روز و شب چڑوں کا سفر جاری  
لمحات کا آئینہ تیرا ہے نہ میرا ہے

فلت نے عطا کی ہے یہ بے سرو سامانی  
دل خسانہ بدشعور کا اُچھا ہوا ڈیرا ہے

سانسوں سے سبک ہو کر بڑھ جلتے ہیں ہم آگ  
پیسکر خاکی تو اکٹ رہیں بسیرا ہے

کونیں غم دوراں کی تھک جاتی ہیں رستے میں  
سایہ تری یادوں کا اس درجہ گھبرا ہے

سرایہ اصولوں کا رکھ گھر میں جیسات اپنے  
ہکام بے سارہ بنیں ہر سوٹ لٹیرا ہے

دال انڈیا ریو سرے نرگشیر سے فشر،

ملفوظہ ماہنامہ البدر خجندیہ بنوری کا کوئی نسخہ



ترے روپ کا اُبھلا مرے فن میں ڈھل گیا ہے  
جو کبھیا ہوا تھا کب سے وہ چہرہ اُرخا ہل گیا ہے

نہ کھلے مرے چمن میں تری آہٹوں کے چمنے  
کبھی دقت بھٹے نہ تھا کبھی تو بدل گیا ہے

تری مسکراہٹوں نے جو عطا کیا ہے مجھ کو  
بری مسکراہٹوں میں وہی درد ڈھل گیا ہے

مرے ذوقِ جستجو نے کبھی رُخِ جواپنا بدلا  
ترا جسلوہ خود نسا کی کے لئے پھل گیا ہے

مرے دل کے ٹوٹنے پر یہ سمجھ کے مسکراؤ  
اگر آئینیاں جلا ہے تو چین بھی جسل گیا ہے

یہ گزرا ہے وفا کا کہ اثر ہے اتھا کا  
میں حیاتِ سن رہا ہوں وہ منہم پھل گیا ہے

(آں زبیرؒ جو جیل پروردگارِ ہاشم کے منہ سے نکلے)



مقابل اپنے حقیقت کا آئینہ نہ رکھنا  
اندھیری رات میں دروازہ مت کھلا رکھنا

یہ سوز و گرت مجھے تجویزوں نے بخشا ہے  
جلانا شمع تو رامن سے فاسد رکھنا

خود اپنے واسطے بہتر ہے سمجھتے ہو  
وہی سسٹم مری واسطے روا رکھنا

نہ توڑی اس لئے میں نے سکوت کی زنجیر  
ابھی ہے ان سے مخاطب کا سلسلہ رکھنا

نقاب ٹھکے کی ڈالے ہوئے ہے ہر کھائی  
درست اپنی نگاہوں کا زاویہ رکھنا

نصیل شہر انا کھڑے ہوئے نچے والا ہوں  
اسی طرح یہ تغافل کا سلسلہ رکھنا

میں کر رہا ہوں عکس حیات کا پیکر  
جفا کا کوئی بھی پسند نہ تم اٹھا رکھنا



غیر کی اسند اپنا قتل خود دیکھا کئے  
چند قطروں کے لئے دریا کو ہم بیجا کئے

جسم کے فانوس میں بجھلا کیا اپنا وجود  
خود بکھر کر دوسروں کو روشنی بانٹ کئے

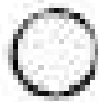
اے زمانے آج اُن سے اتنی پردہ داراں  
مدتوں جو بن کے آئینہ تجھے دیکھ لے گئے

وصوب نے فصلوں کے دروازے مقفل کر لئے  
اور ساؤن کو ٹھیوں کے لان پر بے بسا کئے

ناراضیہ میں اب بھی ان کتابوں کے ورق  
عمر بھر ہم جنس کی تشریحات میں ابھا کئے

اے حسات آئینہ خانے میں تعید ہو کے ہم  
اپنے کو دیکھا کئے اپنے لئے سو ہا کئے

۱ مطہرہ ماہنامہ تعمیر ہر روزانہ جہانگیر آباد



مکرب، پارس، تنہائی، شعر، جام یاد آئے  
اک سبتے بھلانے کو کتنے نام یاد آئے

ضبطہ کر دیا ہم نے دن تو خواب بٹنے میں  
جب ہوئے اسیر شب سارے کام یاد آئے

آئینہ ہوا جب بھی عکس دور محض نہ کا  
تشنہ کام یاد آئے خالی جام یاد آئے

دل کے ساتھ منظر بھی زاویے بدلتا ہے  
چندرہ تختہ دیکھیں زلفِ شام یاد آئے

ہر گیارہ دھواپن اتنا ذہن چڑھا دی  
بٹنے قلعے یاد آئے اتنا یاد آئے

نی دھنکے نے اگلائی جب فضا کی باہر تھیں  
امنی مسکرا تھا کچھ سدا م یاد آئے

(مطبوعہ ماہنامہ پرواز ادب پیالہ)



جہاں کے تلخ حقائق سے جو کبیدہ رہے  
وہ جسے جوئے سسرت میں آب دیدہ رہے

زمین سے جن کی جڑیں رابطہ بڑھا دیکیں  
بہار میں گل وہ پودے خزاں رسیدہ رہے

جو خود سری میں توڑے دیکے معترف نہ ہیں  
نہ جانے کتنے دروں پر وہ سر خمیدہ رہے

کھنچا ہوا ہے زماں تو اس میں حریت کی  
پھر کھڑکے تجھ سے خود اپنے سے ہم کشیدہ رہے

جلا سکے نہ کبھی نیت اک و تبشیم کی  
جن میں غنیمت وہ گل بہینہ رہا دیدہ رہے

انھیں تو ازا تھا جو ہر شناس نظروں نے  
وہ ڈرے خاک کے جو آسمان رسیدہ رہے

قیامت جب غم جاؤں ہے مقصد ہستی  
زبان پر عشرتِ دوراں کا کیوں نصیب رہے

(مظہر حسن، ماہنامہ قلم، لاہور، ۱۹۷۱ء)

○  
 کہنے والے زخمی ہیں سننے والے گھائل ہیں  
 بزرے پاگلے دنیا کس قدر سائل ہیں

مصلحت نے بخشی ہے ہر ہر کی شخصیت ہم کو  
 دوستی کے قائل ہیں دشمنی پہ کائل سے ہیں

خشک لب زمینوں سے کس طرح ملیں باہل  
 موسموں کی دیواریں راستوں میں مائل ہیں

عقل کی کسانوں میں تیر چڑ کر اُلٹے  
 ہم مشکار کی دھن میں خود گشتی پہ نال ہیں

جستجوئے بن کی ارتقا کا محور ہے  
 ہم بھی اس ستارے کے لئے حیات قائل ہیں  
 (۱۱) اندھا دہ مہوسوی نگر کثیر سے نشتر



تیسرے غم کے سائے میں گرنے لگیں ہوتے  
ذہانت کی تہاڑت سے ہم ٹھلس گئے ہوتے

نکشف جو ہو جائے آرازا اپنے سے ہستی..... کا  
ایک سکرابٹ کو لب زس گئے ہوتے

نہیں پیاسی و حرق کی ڈوبنے سے بچ جاتی  
یہ گھنٹے بادل جو کل برس گئے ہوتے

روحانی محبت کی ہم نے پیش کی درستہ  
زندگی کو نفرت کے آنکھوں میں گئے ہوتے

موج آب بن جاتی تشنگی کی ہر آہٹ  
ریت کے سمندر میں ہم جو بس گئے ہوتے

میری تمام ادبی بھی زندگی ہے اوروں کی  
ورنہ آگ میں اپنی وہ ٹھلس گئے ہوتے

۱ مطبوعہ ماحنامہ نیلہ و ولکھنؤ





تیسے غم کے سائے میں گر نہیں گئے ہوتے  
ذہانت کی نشاۃ سے ہم مجلس گئے ہوتے

ملکٹ جو ہو جائے از اپنے ہیستی.... کا  
ایک سکرابٹ کو لب زس گئے ہوتے

نعن پیاسی و حرقی کی ڈوبنے سے بچ جاتی  
یہ گھنٹہ بادل جو کل برس گئے ہوتے

روشنی محبت کی ہم نے پیش کی ورنہ  
زندگی کو نفرت کے آگ میں گئے ہوتے

موج آب بن جاتی تشنگی کی ہر آبٹ  
ریت کے سمندر میں ہم جو بس گئے ہوتے

میری نامہ ادبی بھی زندگی ہے یاروں کی  
ورنہ آگ میں اپنی وہ مجلس گئے ہوتے

(مطبوعہ ماہنامہ نیلور و لکھنؤ)



یوں تری اداؤں سے دل کا آئینہ ٹوٹے  
سچ آپ پر مجھے بن کے دائرہ ٹوٹے

اپنے ناخداؤں کو دور رکھ سجنے سے  
سن کے شور طوفاں کا جن کا جھسکا ٹوٹے

مصلحت کی دیواریں توڑ دے اگر انساں  
دوریاں کٹ جائیں اور فاسد ٹوٹے

میں بھی بھول جاؤں گا یاد آنے والے کو  
موج اور ساحل کا پہلے سلسلہ ٹوٹے

مسکدے میں ساق کی ایک تنگ نظر سے  
کتنے جام کئے ذل بن کے حادثہ ٹوٹے

زندگی کی منزل کا دل جو رہنما ٹھہرے  
سیلِ اشک بگ جائے غم کا فاسد ٹوٹے

اب مصاحبات اپنی جنسبیں ہی لگتی ہے  
ہو گئے ہیں اتنے دن خود سے رابطہ ٹوٹے

(مصطفیٰ علیؑ کا جانا میرا دل توڑا اب چٹا ہے)



سحر زریبے غلوت ہسٹ رہی ہوگی  
سحر اب ساغر غم سے چھلک رہی ہوگی

وہ بات ترکِ تعلق کا جو سبب ٹھہری  
وہ بات خود ترے دل میں کھلک رہی ہوگی

یا مجلسِ شام ہسٹے ہوئے پرستائے  
وہ اپنے منہ کو دوپٹے سے ڈھک رہی ہوگی

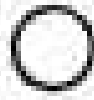
میں بھی دشاں گزرتا تھا جس سے بے مقصد  
وہ راہ اب بھی مری راہ تک رہی ہوگی

منکم بے صدیوں سے معوضِ حق کاری میں  
سحر میں تیری آواز بھی جھلک رہی ہوگی

یہ بات الگ ہے میں راہوں کی جستجو میں ہوں  
مری تلاش میں سنسنی جھلک رہی ہوگی

حیات بھر تک اٹھی ہے بار امن کی  
مہارے گاؤں میں پھر فصل کپ رہی ہوگی

(صبر و حوصلہ، دل و دماغ کا گیت)



تم فریب کھاتے ہو ہم فریب کھاتے ہیں  
قہقروں کے دامن ہیں دونوں غم چھپاتے ہیں

جانی ہو جھکرسالی ہم جو دکھڑاتے ہیں  
طنز کرنے والوں کا ظرافت آزماتے ہیں

غیر بخشہ رنگوں سے مت رنگوں باسوں کو  
روت بدلتے ہی یارو یہ بھی چھوٹ جاتے ہیں

احتیاط سے پھینک دو سنگ بدگمانی کے  
دستی کے آئیٹھنے ان سے ٹوٹ جاتے ہیں

بھر کے ساغرِ فن میں ان کی شوخ اداؤں کو  
اے حسیں غزل تیرا بانگین بڑھاتے ہیں

پوچھتا ہے جب کوئی حال اے حیات اپنا  
آنکھیں بھیگ جاتی ہیں ہونٹ سکراتے ہیں

دال اندیادیلو سے نشر، تین ریڈیو سے تبلیغ کا سٹ۔ مطبوعہ

ماہنامہ تعبیرِ ہریادہ چند گیتھ



اس کی فضاؤں میں یس کی اُداسی ہے  
 جب ہم عشرت ہے پھر بھی روحِ پیاسی ہے

ہر تلاشِ حق جس کو ڈھونڈ لے خود اپنے کو  
 خود شناس ہو گیا، اصلِ حق شناسی ہے

جس میں زمانے کی آرزو ہے صدیوں سے  
 جس میں زمانہ تو آج بھٹ گیا کی ہے

دھپ چھاؤں و دُنوں ہی میں علامتِ ہستی  
 پھر کیسی ایسی کبھی کبھی لے اُداسی ہے

اے حیاتِ بدلائے وقت نے جو رُخ اپنا  
 آج ان نگاہوں میں ایک التجا سی ہے

(طبیبہ ماحنامہ، یاد و رکھنی)



ذرا ٹھہرا بھی سالتی سے جام لیتے ہیں  
غیم زمانہ ابھی انتقام لیتے ہیں

گان ہوتا ہے کچھ اور ستے والوں کو  
اس احتیاط سے کیوں میرا نام لیتے ہیں

انہیں کے حصے میں آتا ہے جام تشنہ لبی  
جھکا نیچے ہوئے ہاتھوں سے جام لیتے ہیں

حیاتِ جل کے اکیسے دنیا کی راہوں پر  
ہم اپنے آپ سے خود انتقام لیتے ہیں

(مطبوعہ: ماہنامہ نخلستان اردو لاہور)



خارج گردش دوراں کو ہوں دیا جائے  
ہوائے گرم کرا دھبہ اکسا جائے

غلوں کا زہر بنے زندگی کا سہرا ہے  
سہروں کا اگر تجزیہ کیا جائے

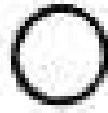
ہے توڑنا کسی صورت غرور طوفاں کا  
کٹنا ہے لاکے سفینہ ڈبو یا جائے

بہلکے لے گیا سیلاب وقت کا ان کو  
جو بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے

سکھ ابل وٹنا دیکھ کر یہ سوچا ہے  
خود اپنے آپ کو اب بیوہ اکسا جائے

پرکھ لو جس کو بھی حالات کی کسوٹی پر  
وہ نقشِ پاکی طہرے ساتھ چھوڑا جائے

حیات اس کی کھٹک تاحیات پہنچے ہے  
وہ فیصلہ کر جو محبت میں کر لیا جائے



سیل اشکباری ہے موج بقیہ اری ہے  
درو کا سمن دراب ز جہنگی همساری ہے

منکر کے در سے بھی کھولت انہیں کوئی  
آج ذہن انساں پر اتنا خوف لایا ہے

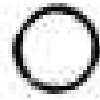
ہم کسی کے عیبوں کو کیا دکھائیں آئینہ  
اپنے ہی گناہوں سے ہم کو شکاری ہے

اُن کو بھول جائیں ہم مشورہ سے یاروں کا  
جسذیہ بخت کیا اتنا اختیار ہے

سب کو جلتے دیکھا ہے اپنی آگ میں لیکن  
ہم نے بندے کے پروانہ زندگی گزار دی ہے

امیل وینڈا سری نگر کشنیر کھٹا  
سے ٹیلے کا سٹا





مسیح نکلتے ہیں عیش و سرور کو ڈھلتے ہیں  
سودھ کی طرح ان کے انداز بدلتے ہیں

شاید کسی راہی کو سائے کی ضرورت ہو  
اس واسطے کہ یاد ہم دھوپ میں چلتے ہیں

یہ رات کی تاریکی فاصلہ ہے سورے کی  
جذبے کی حرارت سے پتھر بھی پگھلتے ہیں

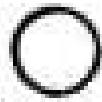
احکام و عمل دونوں ہیں دشمنِ جہان و دل  
پروانے بھی جلتے ہیں دیوانے بھی جلتے ہیں

نظرِ نازکِ اٹھانا تم اندیشہِ ملوناں ہے  
سجوں کی طرح دل کے جذبات پگھلتے ہیں

چہرے کے تغیر کا احساں نہیں ہم کو  
ہم جب بھی بدلتے ہیں آئینے بدلتے ہیں

منزل نے حیات ان کے خود بڑھ کے قدم چھوئے  
منزل کا عقیقہ لے کر جو گھر سے نکلتے ہیں

والہ اندازِ دید و فکر ہے نثر۔ مجاہدِ شریکِ یحییٰ



لس بیتے لمحوں کا گدگد اڑھسا ہوگا  
غنجہ بے خیالی میں مسکرا دیا ہوگا

میرا تذکرہ جب بھی غیسے رُسنا ہوگا  
خود تمھارے چہرے کا رنگ اڑ گیا ہوگا

جس کو کہ کے دیوانہ لڑتے تھے پتھر سے  
اس کے ہاتھ میں شاید آئینہ رہا ہوگا

ہے تمھارے چہرے پر کیوں حجاب کی شکنیں  
اپنے آپ کو ہم نے بے وفا کہا ہوگا

اس کے بعد تم خود کو پہروں ڈھونڈتے ہو گے  
جب کوئی پستہ میرا تم سے پوچھتا ہوگا

دیکھتے ہو جہت سے کیوں حیات کا دامن  
مصلحت کے کانٹوں سے یہ اُلجھ گیا ہوگا

دال اندیا ویڈیو کلکتہ سے نشر



مر گزرتے لمحے نے یہ پیسہ کام چھوڑا ہے  
اُن گنت مسائل میں اور وقت تھوڑا ہے

سیم دزر سے ملتی ہے عظمتوں کی تابانی  
ہم سے کچھ فقیروں نے یہ طلسم توڑا ہے

کل اسی کے آنگن میں صبح سکرائے گی  
آج کے تقاضوں سے جس نے رشتہ جوڑا ہے

ہم کریں شکایت کیا اُسپہ اور پیار آیا  
اُس نے اُمید دل کا اس ادا سے توڑا ہے

اور سونے والوں کی نیرسند ہو گئی نگہری  
دھوپ کی تمسازت نے جس قدر بھنچھوڑا ہے

کیوں ہر اس طاری ہے نوشگفتہ غنیمتوں پر  
اے حیات پھولوں کا کس نے رس پھوڑا ہے



(اللہ باریک و جلیل پورا درائے پور سے منظر)



داستانِ فطرت ہے ظنِ سر کی کہانی ہے  
جتنا افسانہ دیا ہے اتنا تیز پانی ہے

پھر کھلنے والا ہے کوئی تازہ گل شاید  
باغباں کی بھڑم پر خاص ہسرانی ہے

خسہ کھاتے رہتے ہیں سکرانے رہتے ہیں  
ہم دفناشناسوں کی یہ ادا پُرانی ہے

برف بن گئے ارماں سجد ہوئے جذبے  
ذہبت کے سمندر میں کتنا سرد پانی ہے

عقل کب سے بھٹکے ہے نفرتوں کی وادی میں  
پیار کی گرا بختی دل پہ حشرانی ہے

لینے سائے سے ہم خودے حیات ڈرتے ہیں  
صلت کی دنیا میں اتنی بگسائی ہے

(مطبوعہ، ماہنامہ تغیر، ہریانہ، چندیگرہ)



جو یکدے میں ہسکے ہیں لڑکھڑاتے ہیں  
مرخیال ہے وہ تشنگی چپساتے ہیں

ذرا سادقت کے سورج نے رُخ جو ہلا ہے  
مرے وجود پہ کچھ سائے سکرآتے ہیں

طلسم ذات کی پھیلی ہے تیسرگی اتنی  
کہ دستوں کے اُجلے سمٹتے جاتے ہیں

ستم ظریفی احسانات کا کوشم ہے  
بھٹکنے والے مجھے راستہ بتاتے ہیں

جنہیں حیات شور حیات مائل ہے  
فریب دے نہیں ہیں فریب لاتے ہیں

”اے اندھیا ویڈیو سہی، مگر سے کشی مطہرہ تو ہے داج بھی“



حسرتوں کی محفل میں عمر یوں گزار آئے  
بے فکر پہونچے تھے اٹھ کے بے قرار آئے

خود نہیں سے کر اپنے غیر مطمئن ہیں جو  
کیا مری دنیاؤں کا ان کو اعتبار آئے

جو خموشیوں کو بھی بے غشتے ہیں گویائی  
ان لطیف لمحوں کو ہم کہاں گزار آئے

ان کے لب یوں ساکت ہیں جیسے خشک شکر پاں  
جو دعائیں کہتے تھے موسم بہار آئے

جستجو کی منزل میں وہ مقام آیا ہے  
جس جگہ خود اپنے پر آدمی کو پیار آئے

بازگشتِ رتصال ہے اپنی ہی صداؤں کی  
ہم حیات کو جب اکہر طرف پکار آئے

آل انڈیا ریڈیو جنوں سے نشر



محدود نگاہی کے حصّہ سے ٹوٹ رہے ہیں  
تاریک اُجڑالوں کے بھرم ٹوٹ رہے ہیں

اس دور کی بدلی ہوئی رفتِ اِکرام  
شیشوں کی طسّرے نقشِ قدم ٹوٹ رہے ہیں

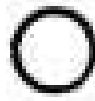
تشنہ ہے مرا جام تو کچھ غم نہیں ساقی  
یہ غم ہے کہ رندوں کے بھرم ٹوٹ رہے ہیں

اس راز کو اربابِ سیاست سے نہ پوچھو  
کیوں رابطہ دیو و جہنم ٹوٹ رہے ہیں

یہ زیت ہے یاریت کا کزور گھسروندا  
بن بن کے یونہی صدیوں سے ہم ٹوٹ رہے ہیں

حالات کا یہ رُخ بھی حیاتِ آبِ سہم لیس  
کیوں غلغلہ بانڈا زِ کرم ٹوٹ رہے ہیں

اللہ یاد دہِ یوسفی



تجھے نظر ہلے ترے پسکر میں کھو گئے  
ہم روشنی کے گہرے سمندر میں کھو گئے

نکلے حیرم سے صنعت آذر میں کھو گئے  
دن سے بچے ذرات کے منظر میں کھو گئے

وہ رند جن سے حراۃ رندانہ چھوٹ گئی  
وہ تشنگی کے گہرے سمندر میں کھو گئے

گھیرے ہیں ہر طرف سے مسائل کی زنجیریں  
جذبے ہمارے زلیلت کے دفتر میں کھو گئے

موسم گہرے گرم دوسرو کا احساں کیا نہیں  
جواپے گھر میں شام سے بستر میں کھو گئے

کہتے ہیں چاند اس اُفق کائنات سے  
حالات و حادثات کی چساور میں کھو گئے





عمل کے حسن سے خود کو نکھارتے جائیں  
رلوں میں پیار کا جذبہ ابھارتے جائیں

خلوص و عشق کی تابانیاں عطا کر کے  
جمالِ روئے بشر کو نکھارتے جائیں

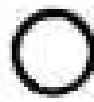
یہ سوچ کر چلے آئے ہیں بزمِ ہستی میں  
تجسبی جو قرضِ لب اٹھا اُتارتے جائیں

طلسمِ تیروشی ٹوٹنے ہی والا ہے  
یقینِ صبح کے شب گزارتے جائیں

ہم اس خیال سے خود کارواں کے سمے ہیں  
جو سو گئے ہیں انھیں بھی بھارتے جائیں

حالتِ ان کی تب ہی میں کس کو شک ہوگا  
جو جتنے کی تسنیں میں ہارے جائیں

(مطبوعہ ماہنامہ "پاسبانِ چینہ" لاہور)



ہوس و عشق میں اک جنگ رہا ہے برسوں  
اہل الفت پہ زمیں تنگ رہی ہے برسوں

تیسری نظروں سے ہم آہنگ ہی ہے برسوں  
زندگانی سے گڑبگ رہا ہے برسوں

اک نظر دیکھا تھا فطرت کا وہ شہکارِ حسیں  
چشمِ نظارہ مگر دنگ رہا ہے برسوں

اے غمِ دوست تجھے اپنا بنانے کے لئے  
غمِ دُوراں سے مری جنگ ہی ہے برسوں

آج تم ہو تو ہر اک ذرہ کشادہ دل ہے  
یہی دُنبارِ روشن تنگ رہا ہے برسوں

کبھی دیدار کی لذت کبھی فرقت کے الم  
زندگی مشکل گلِ دسنگ رہا ہے برسوں  
مطبوعہ ماہنامہ اجکل حیدرآباد



آئیے نے سے ہم شکوہ بیتِ داد کریں کیا  
حبسِ ایں ہیں کہ خود اپنے سے فریاد کریں کیا

موسم کی طرح روزِ بدل جاتے ہیں جسے  
اے محلِ ہستی تجھے آباد کریں کیا

بے مشورہ اجاب کا ہم ان کو جس کو دیں  
اب تو ہی بتا لے دلِ ناشاد کریں کیا

دلت ہوئی لوٹے نہیں یادوں کے پرندے  
جو بھولے ہیں خود کو وہ مجھے یاد کریں کیا

ہم خودی طلسمِ ہوسِ حرص میں گم تھے  
بتوئے کوئی شکوہ صیبا د کریں کیا

بے پیکس سے احساںِ حیات آج بھی زخمی  
لے ساقیِ میخانہ تجھے یاد کریں کیا



جب طویل موتے ہیں انتظار کے سائے  
خود سمٹنے لگتے ہیں اعتبار کے سائے

تم خواں رسیدوں کو سکر کے مت دیکھو  
ستقل نہیں ہوتے یہ ہمارے سائے

آئینہ محبت کا جب ہے ہم نے توڑ لیا ہے  
ذرا بڑا مسلط ہیں انشائے سائے

دھوپ بدگمانی کی سرد ہو گئی خود ہی سے  
اس قدر گھیرے ہیں اعتبار کے سائے

وڈیتا ہوا سورج آئینہ دکھاتا ہے  
عارضی ہیں دنیا میں اقتدار کے سائے

قتل گاہ اراں تک لے جیات پھر حیلے  
دل تلاش کرتا ہے پھر تیرے سائے

ال انڈیا ریڈیو لکھنؤ پبلشر



خود سے ملنے کے لئے بھیس بدل کر جانا  
آئینہ خانے میں جانا تو سنبھل کر جانا

ایک پروانے کے جل بجھنے کا حاصل معلوم  
بزم سے شمع کی مانند گھل کر جانا

میرا مقصد تھا سنور جائیں وفا کی راہیں  
ورنہ دشوار نہ تھا سارا راہ بدل کر جانا

وادیِ لمس میں بیاہو جو ہلک سا نسوں کی  
موج صہبائی طرح جام میں ڈھل کر جانا

نبضِ کونین کی دھڑکن بے عمل کی آہٹ  
میں نے اس راز کو ساحل سے نکل کر جانا

دائیں دستہ میں سہا پہا بے جا لگی گری کا  
لیکن اکبر کی طرح دھوپ میں جل کر جانا

اے حیات اپنے ہی احساں نے بڑھنے نہ دیا  
کتنے آسان تھا مگر توں کو کچل کر جانا

(مصلحینِ حق تعالیٰ راجحہ بنتی)



پندارِ انفات و کرم توڑ کیوں نہ دیں  
ہم سوچتے ہیں شیشہ غم توڑ کیوں نہ دیں

ٹپکا ہے جن سے دامنِ انسانیت پہ نوح  
اے ساتھیو! ہم ایسے مسلم توڑ کیوں نہیں

ظالم کا ظلم سہنا بھی تائیدِ ظلم ہے  
آؤ حصہِ ظلم و ستم توڑ کیوں نہ دیں

جب بسکدے میں چلنے لگے دورِ مصلحت  
پیارے سکوت کو ہم توڑ کیوں نہ دیں

موت سے رُوح امن و محبت اسیر ہے  
یارِ مسلم دیرِ حیرم توڑ کیوں نہ دیں

پیغام دے رہے ہیں اُجائے حیات کے  
ہمت سے تیرگی کا بھرم توڑ کیوں نہ دیں  
(مطبوعہ: روزنامہ قومی، لاہور)



آفتِ فریبِ دیرۂ پُرِ نعمِ فریب ہے  
اسے دوستِ ربطِ شعلہ و شبنمِ فریب ہے

چاہت، وفا، خلوص، بس اب رہنے دیجئے  
چاہت، وفا، خلوص، منظمِ فریب ہے

مرجھا گیا ہے خود ہی کنولِ اعتماد کا  
عکس جب ہوا کہ ترا علمِ فریب ہے

سورج سے کیا لے گا تہِ زات کے اسوا  
نہم اور میسر زخمِ کامرہمِ فریب ہے

وہ پیکرِ جمیل کر دینا کہیں جے  
اہلِ وفا کے حق میں محسوسِ فریب ہے

غنجوں کا دل نہ ٹوٹے کہیں اس خیال سے  
کٹا نہیں ہوں مگر یہ شبنمِ فریب ہے

جھوٹی ہنسی ہے دوستِ لبوں پر حیات کے  
یہ عارضی سکون کا عالمِ فریب ہے



جب بھی ان نگاہوں میں جسلوہ کرم جاگے  
اُن گنتِ مستم جاگے بے شمار غم جاگے

اک چہرا غدغدہ سے بزم میں اُجالا تھا  
ساتھ تیری یادوں کے ساری رات ہم جاگے

سورے تھے آغوشِ سنگ میں جو مدت سے  
فن کی آہٹیں سن کر وہ حسینِ صنم جاگے

چند لمے سوئے تھے گیسوؤں کے سایے میں  
اس کے بعد اسے یار و ساری عمر ہم جاگے

سازا سن کا ٹوٹا گیت ہو گئے زخمی  
جب سے آدمی سویا دیر اور حشرم جاگے

اب نظر ہم پہنچا زلے حیات بدلے گا  
پھر سے کوڑ میں لے کر ملکِ شانِ غم جاگے

(ال انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے نشر)





کتاب زلیخا سمجھنے کا جوار لودہ کرے  
وہ تجربات گزشتہ سے استفادہ کرے

جو شخص چاہے کہ سنسزلی کو اپنی جادہ کرے  
قیام تھوڑا کرے اور سفر زیادہ کرے

اسیر ہو نہیں سکتا ہے پیار کا جذبہ  
یہ وہ عمل ہے جو انسان بے آراہ کرے

سمیٹ سکتا ہے بکھری ہوئی مرست کو  
جواپنے دامن احساس کو کشادہ کرے

جو زندگی کی حقیقت سے چاہتا ہو سزاوار  
فنا بن کر رہے خود کو نذر بادہ کرے

طلب ہے گل کی تو خاروں سے اجتناب کو  
وہ جس کو چاہے اسی پرستم زیادہ کرے

حیات خواب ہے اور خواب کا بھروسہ کیا  
نہیں بتاؤ کہ انسان کیسے دھندہ کرے

مطالعہ قرآن مجید



آہ اے گانہ اثر تو نہیں  
وہ بھی اب مجھ سے بیخبر تو نہیں

سونی سونی پڑی ہے بزمِ جمال  
منتظرِ سب ہیں منتظر تو نہیں

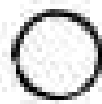
راستے کر رہے ہیں سرگوشی  
جذبہ پابندِ راہبر تو نہیں

کاٹ دیں اک اُمیدِ سرِ داپر  
زندگی اتنی مختصر تو نہیں

صنہ گردِ سفر ہے اے یارو  
لکشاں ان کی رہ گزر تو نہیں

جانے کب ٹوٹ جائے تارِ نفس  
رشتہ عمرِ معتبر تو نہیں

اے حیات اُمیدِ ہوں کیا ملے  
سب بیاں صاحبِ قلب تو نہیں



پیارا ایشارہ قناعت میں خزانے میرے  
بچہ کوچی بھر کے نوازا ہے خدا نے میرے

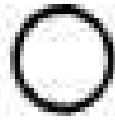
میں نے گرتے ہوئے لوگوں کو سنبھالا کیوں تھا  
بس کسی جرم میں کاٹے گئے شانے میرے

پہل سکتا تھا میں خوشی کی طرح گلشن میں  
مجھ کو محدود کیا عہد و منا نے میرے

جو چھپائے تھا بسم کے نہاں خانوں میں  
رٹ گئے وقت کے ہاتھوں وہ خزانے میرے

مصلحت کو شی سے دم گھٹتا ہے اب اے دنیا  
مجھ کو ٹوٹا دے خیالات پرانے میرے

غم کے شعلوں میں گمن تھا میں سمندر کی طرح  
رات بھر روتی رہی شمع سرا نے میرے  
(مکھنوتیل و برف سینڈ سے ٹیل کا مسٹ)



کسی کتاب سے نوچے ہوئے ورق کی طرح  
ہے بے دیار محبت بھی آج حق کی طرح

ہیں آج سارے قیافہ شناس حیرت میں  
ہر ایک چہرہ ہے اجنبیہ ادق کی طرح

ذائے ساتھ اُجالا ہے اور نہ تاریکی...  
بکھر گئے ہیں فضاؤں میں ہم شفق کی طرح

صدا بھٹکتی رہی قہقروں کے جھنگل میں  
میں اپنا حال سُنا آ رہا سبق کی طرح

حیات کیے ابھرتے نقوش، سستی کے  
وہ اپنا رنگ بدلتا رہا انق کی طرح

ارمان کے غمزدانوں کو غمزدگی کا غم  
بن کر شراب بربہرے سا غمزدہ و مصلحت

# میر میر

میں نے آدم کی محبت میں وطن چھوڑا تھا  
یعنی جنت سے میں دنیا میں چلی آئی تھی  
میر میر تخلیق کا باعث ہے تمہاری ہستی  
مجھ سے ہے پیار تمہیں میں بھی نہیں جانتی ہوں  
پھر یہ دوری یہ فراق اور یہ گھٹن کسی ہے  
میں نوسائے کی طرح ساتھ ہوں آگے پیچھے  
جستجو میں میری صدیوں سے پریشاں ہو تم

کبھی محلوں کبھی کوٹلی کبھی ایوانوں سے میں  
اور کبھی جسم کے تاریک سب خانوں سے میں  
ادیت کے حصاروں میں کبھی سرگرداں  
سیم و زر لعل و جواہر کی طلب میں حسیراں  
کبھی طاقت کی حکومت کی ہوس میں غرقاب

کبھی خواہش کہ زما نے خدا اکھلاؤ  
 تم مری کھونج میں خود اپنا پتہ بھول گئے  
 تم نے نفرت کو بنایا ہے محبت کا بدل  
 جنگ کے پھول سجا رکھے ہیں گلہ انوں میں  
 بے منبری نے تمھاری مجھے بھی اناکب  
 مادہ کر نہیں سکتا ہے کبھی مجھ کو اسیر

میری نفسلیق کا باعث ہو کسی باعث میں  
 آخری بار صدا دینے چلی آئی ہوں  
 میں قناعت کے حسیں شہر کی شہزادی ہوں  
 تم مجھے حرص کے صحرا میں کہاں پاؤ گے  
 جب غلط راہ چلو گے تو بھٹک جاؤ گے  
 کیا سندرے کوئی پیاس بجھا پایا ہے

مجھے ملتا ہے تو پھر لوٹ چلو گھر کی طرف  
 گھر کے آنگن میں نہیں کھلتی بل جاؤں گے  
 میں ہوں خدمت میں محبت میں اصولوں میں نہاں  
 دل انساں میں مری انجمن آرائی سے  
 میں کسرت ہوں مجھے روک سکو تو روکو  
 اپنے مرکز کی طرف اُل پر واز ہوں میں  
 میں نے آدم کی محبت میں وطن چھوڑا تھا

(موضوع: زبانِ ہند کا بیو)

# افعال

تیری فکر تبیل سے روشن  
عالم اور فن کا آئینہ خانہ  
تو نے احساس کی گداز سے  
بشیع کو بخش اسوز پر وانیہ

تیرے سازِ خودی پر قصیدہ  
شعلہٴ عزمِ رفعت کردار  
بالِ حبیبِ سرب اور بانگِ درا  
فن کی مسراجِ فنکار کا شہکار

تیری ضربِ کلیم سے لرزاں  
ظلمتِ غمِ فضا سے تیرو شبی  
تیرے شاہیں کی قوت پرواز  
ہمکشاں جس کی گردِ راہِ بنی



تیرے احساس کی بلند می نے  
 زندگی کا شعور بخشا ہے  
 تیرے اخلاص کے اُجالوں نے  
 آدمیت کو نور بخشا ہے

آشنا ہے مقامِ انساں سے  
 رزمِ گلابِ عمل کا غازی ہے  
 تیرے یخِ اذہِ محبت میں  
 جامِ ہندی ہے مئے حجازی ہے

(مطبوعہ، ماحنامہ نیامدور لکھنؤ)

# تالیسی

رام چرت انس کے چپیتا  
بابا تلیسی زندہ باد!

جوڑ کے اپنے قلم سے رشتہ شدوں کو سمان دیا  
کوی کو تم نے مان دیا کویتا کو جیون دان دیا  
بابا تلیسی زندہ باد!

تم سے شو بخت تم سے پاؤں جیون کی انگنائی ہے  
مریاد اپڑو تم سے تم نے مریاد اپائی ہے  
بابا تلیسی زندہ باد!

حسن تھا پردے میں مدت سے تم نے جلوہ عام کیا  
رام نے تم کو عزت بخشی تم نے رام کو رام کیا  
بابا تلیسی زندہ باد!

صدیوں سے ساتھ جگت پر راج ہے اک نیا سی کا  
 جس کی کلا نے کھگتوں کا بھگوان سے ناطہ جوڑ دیا  
 ابا اسی زندہ باد!

ایسا دیپ جلایا ہے جو من آنکھ چمکائیگا  
 جتنی صدیاں گزریں گی اُجیسا رابرہ محتاجائیگا

نوام چوت ماسن کے چپیتا  
 ابا اسی زندہ باد!

(۴) اندیا ریڈ پبلشرز، مطبوعہ نوشہری اور خوشنویس

# تلاش

○ اہلی قدریں  
سورہی ہیں تعلیمت کی سیج پر  
دل کے آئینہ میں  
مکتا ہی نہیں کوئی گلاب  
ہو گئے تحلیل جذبے آتش حالات سے  
عقل نے ذرات کو  
کر دیا ہے ماہ و انجم آشنا  
کھل رہے ہیں روزِ ایجاوات کے تازہ ورق  
بڑھ رہی ہیں روشنی کی وسعتیں  
بکھری ہیں چاروں طرف پرچائیاں  
کچھ بسکتی رہیگی کچھ دوڑتی پرچائیاں  
اور ہم  
پرچائیوں کی بھڑ میں  
ڈھونڈتے پھرتے ہیں اپنے آپ کو  
کھو گیا ہے روشنی کی گرد میں  
آج خود اپنا وجود !

# ڈاڑھے



آدمی

آدمی کے سامنے

حرم کا ہے ایک صحرائے عظیم

جس میں ہر اک گام پر

خود نمائی خود فریبی کے سراب



پایس

پایس کا احساس

خشک لب ہے کائناتِ رنگ و بو

دودھ خنجر کی علامت

تشنگی ہے سر پر ہنسہ دہر کے بازار میں



زندگی

زندگی کے طائرے

کینوس پر وقت کے

ٹوٹے پٹے بگڑتے دائرے

آدمی ہر دائرے کو توڑ دینا چاہتا ہے۔ پیاس بڑھتی جا رہی ہے!

# اعساک



میری تخیل کی معراج مر سی جان غزل  
روح جذبات، تمسک اوں کی تابندہ کنول  
تو نے جب توڑ دیا دل کا حسین تاج محل

اب مجھے یاد نہ آ

میں نے دیرانہ فرقت میں قدم رکھا ہے  
دل میں حسرت ہے نہ اب سر میں کوئی سودا ہے  
تیرگی غم ہے اور یاس کا سناٹا ہے

مجھ کو واپس نہ آ

دادی شوق کی پُر خار بباروں کی قسم  
عشقِ ناکام و غمِ ہجر کے ماروں کی قسم  
اپنی ہلکوں پر چمکتے ہوئے تاروں کی قسم

تو مجھے بھول بھی جا

ذہن ویران ہشکے ہوا آہنگ خیال  
اب نہ دیدار کی حسرت نہ تنائے وصال  
سیری نظروں میں برابر ہے جال اور جلال

اب سرے پیش آ

تو نے جب دامن رنگیں نظریں کو چھوڑا  
میں نے بھی کاسرے دریوزہ گری کو توڑا  
یعنی بڑھتے ہوئے سیلاب جنوں کو مٹا

عشق خود دار ہوا

جن کی نکلتے سے معطر تھے محبت کے چمن  
وہی لمحات ہیں بسے ہوئے یادوں کے کفن  
اب تصور کی حسیں چھاؤں نہ دل کی دھڑکن

سازِ دل ٹوٹ گیا

دہر کی بھیر میں یوں ہاتھ ترا چھوٹ گیا  
لب لب سے نمودار ہوا بھوٹ گیا  
اک نہ اٹھیں لگی شریکِ دل ٹوٹ گیا

خیر اچھا ہی ہوا

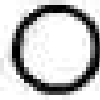
دل کے ہرزخم کو سینے کا سلیقہ ہے مجھے  
مئےِ آلام کے پینے کا سلیقہ ہے مجھے  
یعنی ہر حال میں جینے کا سلیقہ ہے مجھے

سوچ انجامِ فدا

(مطبوعہ ماہنامہ سمیع دہلی)

# کشمیر

(جے دیکھ کر ہر بادایک نیٹے پن کا احساس ہوتا ہے)



ارض کشمیر ہے حُسنِ فطرت کی جہاں  
تیرا گلزار ہے بے نیاز خسراں  
دیکھ کر تجھ کو اے مرکزِ محفلِ مریخاں  
بن کر شاہِ عرش کو آتی ہیں انگڑائیاں  
رہ گز آریں تری ہلکشاں ہلکشاں  
انگ جیسے نکالے ہوئے گوریاں  
ڈل کی آغوش میں تیرے کشتیاں  
جس طرح محوِ گل گشت شہزادیاں  
اتنی دلکش ہے شیریں ہے تیری زباں  
جیسے شفاف جھیلِ م کی موجِ رواں



آبشاروں کے نغموں کی وہ دل کشی  
 ہر طرف جیسے بجتی ہوں شناسیاں  
 بادلوں کی ردائیں ہیں اوڑھے ہوئے  
 کوہساروں کی تیرے حصے وادیاں  
 نیند آجائے زقت نصیبوں کو بھی  
 یوں سناتی ہے باد صبا لوریاں  
 دیکھ کر تیرے گل مرگ کی دل کشی  
 حسنِ فطرت بھی لیتا ہے انگڑائیاں  
 اس طسرح وادیاں تیری گل پوش ہیں  
 جیسے شالوں میں لپٹی ہوئی دیو یاں  
 میں نے حیرت سے دیکھا پہلگام میں  
 پگھلی چپ باندی کا بہتا ہوا کارواں  
 گلشنِ بے خسراں تیری آغوش میں  
 بھول بھی شاداں خار بھی شاداں  
 صبح تیسری بنارس کا منظر لے  
 شام میں ہیں اودھ کی حسین جھلکیاں  
 رات بکھری ہوئی زلفِ بنگال سے  
 دن میں دھسلی کی غفلت کا جلوہ نہاں

تجھ کو جنت سے تشبیہ دینا پڑی  
 دیکھ کر دستِ قدرت کی فنکاریاں  
 (مطبوعہ ماہنامہ تعمیر مہی نگر کشمیر)

# دیوالی

نکھری ہے لہجہ بنکر بھارت اُجاووں کی  
دیوالی نے بخشی ہے سوغات اُجاووں کی

نکلی ہے جوں ہو کر بارت اُجاووں کی  
ہر سمت ملکتی ہیں کرنوں کی حسین کلیاں

لکشمی کے چروں میں سج کے آئی دیوالی  
ریشمی کی کرنوں سے جب نہالی دیوالی  
زندگی کے آئینہ میں مسکرائی دیوالی  
استحساں دیا پہلے پھر نہالی دیوالی  
سن کے ساز محنت کا گلشن آئی دیوالی

پیار کے اُجاووں سے جگمگائی دیوالی  
اک نکھار آیا ہے شیت کے چہرے پر  
کھیل اٹھی ہیں دیواریں جگمگائے درد و غم سے  
عزم کے چراغوں سے حق نے روشنی پائی  
بڑھ رہی ہے ہر لہلی آ رہی ہے خوشحالی

اُن کی شوخ نظروں سے ساری رات بتائیں کہیں  
اے حیات ہم نے بھی یوں جگمگائی دیوالی

(لکھنؤ ٹیلی ویژن سینٹر سے ٹیلی کاسٹ)



ہم لوگ

ہم رشتہ، ہم شرب  
ہم راہی، ہم جوی، ہم سایہ اور ہم دم  
ہم نوا، ہم زباں، ہم سفر، ہم وطن

ہم تہذیبوں کا سنگم  
اتحاد کا پرچم

اگر سیاست ہم کو بانٹے  
ارحمن وطن بٹ جائے  
وہے ہم کا رشتہ ٹوٹے  
انوتا مر جائے

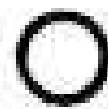
ہم تہذیبوں کا سنگم  
اتحاد کا پرچم

ہم کی بچھتی سے لڑاں آدھنوں کے قاتل  
اسی لئے ہے سازش  
ہم کو الگ الگ کرنے کی  
لیکن فطری ہم آہنگی  
ہم کو الگ نہیں کر سکتی

ہم تہذیبوں کا سنگم  
اتحاد کا پرچم -

# مہرِ ایشیا

(مہاتما گاندھی)



تو کیا کرتا تھا ہر مذہب کا دل سے احترام  
تھے تری نظروں میں یکساں ساری دنیا کے عوام  
دشمنوں کو بھی دیا تو نے محبت کا پیغام

ایشیا کے رہبرِ اعظم تھے میرا سلام  
تیری کاوش سے بڑھی ہے تابشِ انسانیت  
ہند کی تاریکی میں روشن رہے گا تیرا نام  
ایشیا کے رہبرِ اعظم تھے میرا سلام

ساغر دل کو سئے الفت سے تو نے بھر دیا  
جان دیکر اپنے آدرشوں کو ادب پا کر دیا  
اے اہنسا کے بجاری اے محبت کے ام  
ایشیا کے رہبر اعظم تجھے میرا سلام

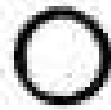
حسن بکھتی پڑے یہ کوشش بہیم رہی  
بات تیری سب سے بلا کے مستحکم رہی  
توڑ ڈالے تو نے سارے سامراجیت کے دام  
ایشیا کے رہبر اعظم تجھے میرا سلام

زیر دشمن کو کیا ہے عظمت کو دار سے  
تو نے جیتی ہے لڑائی صلح کے بھار سے  
نیک صورت نیک سیرت نیک طینت نیکلام  
ایشیا کے رہبر اعظم تجھے میرا سلام

مے وطن آزاد زنجیر غلامی کٹ گئی  
مہر آزاد می ہے روشن ظلمت غم جھٹ گئی  
یہ ہے اے باپو ترے ایتار کا سب فیض عام  
ایشیا کے رہبر اعظم تجھے میرا سلام

(مطبوعہ 'اندھا پویش میدا' راباد)

# جواہر لالے نہرو



روح امن و امن سارے عالم کی جاں  
نکمتوں کا امین، حبِ صلِ گلستاں  
رہبرِ کارواں، فخرِ ہندوستان  
موت کی سرد آغوش میں سو گیا  
دیش کا قیمتی لال تھا کھو گیا  
آج صبح بنارس کی آنکھیں ہیں نیم  
اور شامِ اودھ بن گئی شامِ غم  
زلحفِ بنگال میں بھی نہیں کوئی خم  
شادمانی کا احساں ہی سر ہے  
چہوارِ ضعیف کشمیر بھی زرد ہے

سرنگوں میں ایلور کے نقشیں ہیں  
ترا جنتا کی ہے دامن و آستیں  
قلعہ سرخ ہے مضمحل اور حسیں  
آج کو غم ہے اک صاحبِ فن گیا  
رنگِ دبوئے چمنِ رودِ گلشن گیا

ہیں بھارا اور گھبراتے آسرا  
تو ریشاں مارا شکر اور آندھرا  
روئے پنجاب دیکر آئے اٹرا ہوا  
ہے اڑتے یہ طاری سکوتِ الم  
اور مدراس داسام ہیں وقفِ غم

پیکرِ عزمِ دہمت جدا ہو گیا  
نازشِ ادیت جدا ہو گیا  
ترجمانِ محبت جدا ہو گیا  
سرِ طرف چھائی ہے اس کی تیرگی  
شعِ ایوانِ ہندوستان بجھ گیا

ناخداے وطن روٹھ کر چل دیا  
رونیٰ انجمن روٹھ کر چل دیا  
وہ بہارِ چمن روٹھ کر چل دیا  
چشمِ علم و انسانیت جھک گئے  
راہ میں امن کے قلعے رک گئے

(مطبوعہ: بولے گل، مرتبہ: نظر برفی دہلی)

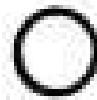


# محمد علی جوہر

تو اپنے قول کو عمل سے جاوداں بنا گیا  
 دیارِ غیر میں بھی آفتابِ بن کے چھا گیا  
 بھٹکنے والے قافلے کو روشنی دکھایا  
 جہاں حریت کو اپنے خون سے نکھار کے  
 وہ راستے بنائے بارِ زندگی آثار کے  
 جہن تک آئے جن سے ہو کے قافلے بہار  
 غلام ہے وطن یہی ملال عمر بھر رہا  
 وطن سے نکلیں غیر یہ سوال عمر بھر رہا  
 ہوسرلسند قوم خیال عمر بھر رہا  
 ترے یقین کا نودل میں عزم بن کے ڈھل گیا  
 تری نوائے حق سے زنگِ سبکہ بدل گیا  
 بھجا ہوا تھا جو چراغ وہ چراغ جل گیا  
 کمالِ علم و فن کا تیرے کارِ نیر نام ہے  
 خلافتِ امن و آشتی کا اک حسین پیام ہے  
 خدا کا دوست اور مصطفیٰ کا تو غلام ہے  
 ترا نشانِ پاؤں بھر کے سنگِ میل بن گیا  
 تیرے عمل نے روشنی کا دائرہ بڑھا دیا  
 لا ہے تیری موت سے حیات کو بھی حوصلہ  
 بھجا ہوا تھا جو چراغ وہ چراغ جل گیا

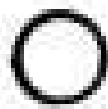
محمد علی جوہر  
 دکن

# بابا نانک



دل میں بابا نانک کا جب خیال آتا ہے  
روح وجد کوئی سے ذہن جگمگاتا ہے  
ایک نور کی کرنیں سب ہیں، قول سے اس کا  
اس کی باتیں سبھی ہیں، سچ سے وہ ملتا ہے  
اس سے غم کی تاریکی خود بخاتی ہے دامن  
جو گر تھ صاحب کی روشنی میں آتا ہے  
راہ حق اگر چاہے اوٹ میں گرو کی۔۔۔ آ  
نقش پائے مروانہ راستہ دکھاتا ہے  
قول دے زمانے کو ستر استرا کہ ٹھکر  
میرا میرا کہہ کیوں مشکلیں بڑھاتا ہے  
کام کر کے سب کھساؤ نام بھی جو پاس کا  
آفتاب ننکانہ روشنی دکھاتا ہے  
جو خلوص سے آئے مار گاہ نانک میں  
وہ جہاں میں جینے کا راز جان جاتا ہے  
جو لگائے لو اپنی اے حیات ست گورے  
اس کی زندگی میں خود نور پھیل جاتا ہے

# دلشہ وِلدنا



واریں سَتیم، کایا بٹوئم اور روپ مُندم ہے تیرا  
آدھ شوں کا سُورگ ہے توجے ہو تیرا بھارت ماا  
وید بُران کے درن میں جیسے تیرا اُجول مکھڑا  
تجھ نے اپنا پر مودھرا کاٹا گک کو سندیش لا  
تیاگ ادا کر تو یہ ہے سب کچھ گھٹانے اپیش دیا

جاگی اوتا انگنائی تلمسی نے وہ جھوٹی جگائی  
 پرست سرس دھرم نہیں بھائی پرستیم نہیں اوجھائی  
 رام چوت مانس سے پھینلا سارے جگت میں اچھارا  
 بکرت کر داد دینڈھکو بھڑام جو سب اپنے ہیں  
 اول اللہ نور آیا قدرت دے سب بندے ہیں  
 ایک لہے کل جگ اچھا گور و نامک لے فرایا  
 حاجی دلرٹ اور نظام الدین کا تو ہے آئینہ  
 تو ہے شریعت اور طہقیت کے بھولوں کا گلدستہ  
 خواجہ شعیب الدین نے آکر ساغر وحدت کا چھلکایا  
 جن گنہگاروں اور عنائمک تجھ پر شر و عیانت لگاتے ہیں  
 ماز بھومی کو تو ہم سب کی ہم تیرے گلن گاتے ہیں  
 تیری متا کے آغلن میں جیون کا اہسار ملا  
 ملک محمد، سورا بکتر اور حسنین کی تو بھولواری  
 خسرو، غالت، سیر و موئن کے فن کی ہے گلکاری  
 تیری کشمیشی مشکافوں کو بھاشاؤں کا روپ ملا  
 ایسی راہ دکھا بھرم کو بھیر بھیرا پر یوارے لے  
 لین ہوں ساگر میں سب ندیاں گلے جل کی دھارے  
 بھرم کے سونے اپون کو پیار کے بھولوں سے ہکا

واہی ستیم، کایا شوم، اور روپ سندرم ہے تیرا  
 آدرشوں کا سورگ ہے تو ہے ہو تیری بھارت آما

## بچو سنو کسبانی سبھی

ہوم ورک جب ختم ہوا تو کہنے لگیں غزالہ  
 کوئی کمائی ہمیں سناؤ میری اچھی خالہ  
 گڈو اور حمیرا نے بھی گھیبہ لیا خالہ کو  
 کہنے لگیں شکستہ روتی، اور صہوجی بیٹھو  
 خالہ بولیں سنو ثابت تم بھی سچا قصہ  
 تھا گیلان کا رہنے والا اک چھوٹا سا بچہ  
 تھا وہ آیا دور کر مشکل کام تھا پڑھنا لکھنا  
 علم سیکھنے کی خاطر کوسوں جانا پڑا تھا  
 رخصت ہو کر اپنی ماں سے عسلم کا وہ پروانہ  
 ایک قافلہ میں مشاغل ہو کر وہ ہوا رونا نہ  
 اہل قافلہ کو رستے میں راہزوں نے گھیرا  
 اس بچے کے پاس بھی آیا اک خونخوار لیٹرا  
 کیا ہے تمہارے پاس ہیں سچ سچ فزائلاؤ  
 بولا ڈاکو روپیہ دے کر اپنی جان بچاؤ  
 اعتماد سے بچہ بولا میں چالیس دینار  
 تم جاو تو نہیں ہے تھکاو دینے میں انکار  
 ہونے لگا دینار تو کیسے ہم کو یہ بتلانا  
 بچے کی اس بات کو وہ بچپن کی شوخی سمجھا

لوٹ مار جب ختم ہوئی تو میرے وہ ڈاکو کچیا  
 وہ ڈاکو سردار سے بولا، ہے انہیں اک بچہ  
 میں نے پوچھا کیا ہے تمہارے پاس یہ بچہ کچ بولو  
 اس نے کہا دنیا میں میرے پاس جو چاہو لے لو  
 حکم دیا سردار نے جلدی اس بچے کو لاؤ  
 اس کی بات کہاں تک پہنچے صحت تو دکھلاؤ  
 دیکھ کے اس بچے کو بولا وہ رہن سردار  
 کیا ہے تمہارے پاس کروتم اب اس کا اظہار  
 بچہ بولا سچے سچے میں سدری میں دینار  
 پہلے ہی اظہار کیا تھا اب بھی ہے اقرار  
 ڈاکو بولا اے بچے تم ہو کتنے معصوم  
 اگر نہ خود بتلاتے ہم کو کیوں ہوتا معلوم  
 تم نے اپنی سادہ لوحی سے خود روپیہ کھویا  
 اپنے لئے اپنے ہاتھوں سے تم نے کاٹا بویا  
 بچہ بولا، اپنی ماں سے کیا تھا میں نے دعو  
 چاہے جو کچھ ہو جائے میں جھوٹ نہیں بولونگا  
 روپیہ سیر چیز ہے کاسر دار میں سچ کتا ہوں  
 میں اپنے وعدے کی خاطر جان بھی دے سکتا ہوں  
 بچے کی باتوں سے دل پر ضرب لگی وہ کاری  
 ڈاکو کی آنکھوں سے ہنسکوں کا دیریا جاری  
 ایک کرن سے اندھیاں کا سارا جادو ٹوٹا

لوٹنے والے کو اک سنتھے سے بچنے نے لوٹا  
 سوچا یہ سر دار نے دل میں ہوں کیا انسان  
 مجھ کو اب تک یاد نہ آیا مالک کا سران  
 حوص دیوس کے اہلوں میں نے ساری عمر گنوائی  
 لیکن حاصل کیا ہے اس کا بدنامی رسوائی  
 حکم دیا سر دار نے سب کا مال ابھی لوٹاؤ  
 میں بھی توبہ کرتا ہوں اور تم سب بھی باز آؤ  
 بھلے راہی راہ پر آئے قلب مر آئی سنہ  
 اس بچے کا ہاتھ تھام کر کی سر دار نے توبہ  
 بیچ میں آغوشِ زیبا بولیں اچھا ہے قسمت  
 اس قہقہے کو سنو کوئی جھوٹ نہیں بولے گا  
 سچ کی کرنوں سے غم کے اندھیاں چھٹ جائیں  
 سچ رہبر ہو تو مشکل رہتے بھی کٹ جاتے ہیں  
 سچائی ہر مشکل کو آسان بنا دیتی ہے  
 سچائی دیرانوں میں بھی پھول کھلا دیتی ہے  
 محنت سے تم بڑھو لکھو اور دنیا کو پہچانو  
 بچو تم بھی سچ بولو! باپ کا کھانا انو

نام بتا کر اس بچے کا پر رن کریں کہانی  
 اس بچے کو کہتے ہیں عبد القادر جیلانی  
 (مطبوعہ: نیا دور لکھنؤ)

# منشی نول کشور

کل مری نظروں سے گزری ایک بوسیدہ کتاب  
اس کی پیشانی پر تھیں بیتے دنوں کی سلاخیں  
گر دہاؤں سال سے تھا اس کا سپرہن اٹا  
حاشیے تھے اس کے اک مغلس کے دامن کی طرح  
دھندلے دھندلے ہو گئے تھے اس کے نقش و نگار  
سنگ اقدری سے زخمی تھی وہ عاشق کی طرح  
میں نے جب کھولے ورق تو سسکیاں لینے لگی  
یاد کر کے اپنے امنی کے حسین لمحات کو  
اس کو جب اپنائیت کے لمس کی لذت ملی  
جان کر ہمدرد اپنا شک برسانے لگی  
میں نے پوچھا کس کی فرقت میں بنایا ہے حال  
بولی میں اردو زبان ہوں پیار کا گہوارہ ہوں  
سکن اول ہے میرا گو لکنتہ کی زمیں  
خائف ہوں اور محلوں میں ہوئی ہے پرورش  
اہل دہلی کو کیا میری اداؤں نے اس پر  
مختلف قوموں کے لب پر پھول بن کر میں کھلتی



حالات کا ہواؤ مجھے لے آیا لکھنؤ  
 بد لا گیا یہاں مرا انداز گفتگو  
 پاسے جو ہم مزاج تو جو ہر مرے کھلا  
 برسوں میں طے ہوئے مرے صدیوں کے فاصلے  
 ہر ایک لفظ لہجے کے دامن میں چھین گیا  
 ہر ایک لکھنؤ مری نکال بن گیا  
 شاید اودھ نے بخشی مجھے ایسی دل کشی  
 بزمِ لسانیات کی میں حسمراں بنی

بھگوان اسی دیارے اک شخصیت ملی  
 جس نے مرے ادب کو حیاتِ دوام دی  
 اس شخصیت میں میرا کمال رہ چاؤ تھا  
 علم و ادب سے اس کو حقیقی لگاؤ تھا  
 بالغ شاہدوں کی علامت مراد جود  
 اس شخصیت کا ذوقِ طباعت مراد جود  
 انسانیتِ خلوص و شرافت کا آئینہ  
 تصایر کا طہرہ و بجا محبت کا آئینہ  
 کوئی ہوں احمد رام و عقیدت سے میں سلام  
 نفی نولے کشور ہے اس شخصیت کا نام

(مطبوعہ: نیا دوزنولے کشور نہیں لکھنؤ۔)

# آہنگ نو

ساتھیو، دوستو اپنے وچاروں کی دھارا کو موڑ دو

دکھ کا اندھیا راجھٹ جائے سکھ کا اُجیا راجا گے  
ناج اٹھیں شہروں کی سڑکیں گاؤں کا گلیا راجا گے  
اپنی محنت اور محنت سے طوفان کا رُخ موڑ دو

آشاؤں کی کلیں اُن مکیں، اُراؤں کے بھول کھلیں  
الگ الگ راہوں کے راسی آکے اک منزل پہ ملیں  
پریم کے بندھن ٹوٹ گئے ہیں ان کو بھر سے جوڑ دو

ماں تباہ کے سندر کمہ پر جس سے داغ نظر آئیں  
جس میں عداوت کی چھایا ہو اور نفرت کی رکھائیں  
جو انسان کا روپ بگاڑے اس درپن کو توڑ دو

سگ بنے یہ اپنی دھرتی جیہی سپنے مکائیں  
جو بیاہے ہیں اک مدت سے سکھ کی مدد پر اچھلکائیں  
نوبت کا سورج نکلا ہے اندھکار کو چھوڑ دو  
(مطبوعہ نیا دودھ کھنڈ، فنلو ویکلی کلکتہ)

# ○ جیون گیت

گیت پیار کے گاتا چل ساس تھی قدم بڑھاتا چل

اندھیارے اُجیارے دکھ سکھ کا سنگم ہے یہ جوں  
بت جھڑ اور سبار بھول اور شول سے نبتا ہے اُٹن  
دھوپ چھاؤں سے کیا کترانا دونوں کو اپنا چسل  
گیت پیار کے گاتا چل ساس تھی قدم بڑھاتا چل  
دھرتی دھرم حیات اور جاشا مانو بننا نہیں کچھ بھی  
اس سنسار کی ہر سندا مانو بننا نہیں کچھ بھی  
یہ سندا لیش سندا چل، مانو ہر سندا گاتا چل  
گیت پیار کے گاتا چل ساس تھی قدم بڑھاتا چل

جیون کی راہوں میں ستوا غم کے موڑ بھی آتے ہیں  
 دھوپ اس اڑھو کی تمبیتی ہے تو ساون بد اعلیٰ ہیں  
 روتے کے اکیلا ہو گا ساتھ لے جگہ رکھنا آجیل  
 گیت پیار کے گا آجیل ساتھی قدم بڑھاتا آجیل  
 دھیان پون جب لہرائے گی گیان من کھل جائیگی  
 ناپ تو ساگر کی گہرائی موتی بھی مل جائیں گے  
 من دربن چھکا آجیل جیون جوتی جگا آجیل  
 گیت پیار کے گا آجیل ساتھی قدم بڑھاتا آجیل  
 رات نرا شا کی جب آئے اس کے وہ چلا ساتھی  
 نفرت کے طوفان اٹھیں تو پیار کے نغمے گانے تھی  
 چل سب کو اپنا آجیل ، راہیں نئی بننا آجیل  
 غمیت پیار کے گا آجیل ساتھی قدم بڑھاتا آجیل

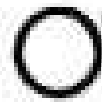
(مطبوعہ، خلدو سکالر سکول، کلکتہ)

# نذرانہ عقیدت

(محضو، سیدنا حاجی حافظ وارث علی شاہ دیوبند)



عشق کی ضیا وارث "حسن کی اداوارث"  
 عاشق خدا وارث "جانبِ مصطفیٰ وارث"  
 سیرتِ صحابہؓ کی روشنی سے تابندہ  
 اہل بیت کا پرتو شاہِ ادب وارث  
 جن کا مرکزِ رحمت سرزینِ طیب ہے  
 بخشش و غایت کا ہیں وہ سلسلہ وارث  
 دین و دنیا دونوں کی نعمتوں کا گوارہ  
 مخزنِ کرم وارث "مرکزِ عطا وارث"  
 صبر و شکر کا پیکر علم و فضل کا جوہر  
 نقوی و طہارت کی دل نشیں اداوارث  
 رگزارِ دنیا سے منزلِ قیامت تک  
 اے حیات لب پر ہو بس صدائے یادوارث



مانا اثرِ گردشِ ایام بہت ہے  
مینخانہ سلامت ہے تو آرام بہت ہے  
کیوں ہو گئیں بے گانہ مرے دل سے وہ نظریں  
آجائے کچھ میں تو یہ پیغام بہت ہے  
تفریق گلِ دُخار سے اُبھاؤ نہ دامن  
اے اہلِ چمن تم کو ابھی کام بہت ہے  
تقدیر میں سیری شبِ مینخانہ کہاں ہے  
ہنگامِ سحرِ درِ تہ جام بہت ہے  
خود بندشِ دلکش ہے مری حسن پرستی  
صیادِ بھولوں کا تہیں جام بہت ہے  
خود داریوں پہ نشہ لسی حرف نہ اے  
بے انگے جوں جائے وہ اکھام بہت ہے  
امیدِ سحرِ صبح ہے یہ جھوٹی تسکین  
جامِ سرے نے تیرگیِ شام بہت ہے  
اس نے بھی تو دیوانہ مجھے کمرہ کے پکارا  
اے بخودئی شوق یہ انعام بہت ہے

اس دورِ کشاکش میں حیاتِ آبِ سبھ لیں  
اک لمحے کا ملنا ہے آرام بہت ہے

(مطبوعہ استقلال رنگین پریس)



جہنم ساتی ہے جو بدشوش نظر آتا ہے  
 غمِ دوراں سے سبکدوش نظر آتا ہے

کتنے لوگ اٹھ گئے اس بزمِ یے لیکن اب بھی  
 وہی ہنگامہ وہی جوش نظر آتا ہے

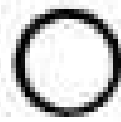
غفلتِ دل مجھے اب لانی جو اس منزل پر  
 ہر نفسِ خوابِ فراموش نظر آتا ہے

کس نے چھڑا ترے جلووں کا فناءِ دوست  
 ذرہ ذرہ ہمہ تن گوش نظر آتا ہے

ناخدا سا تھو ہے اس پر بھی سفینہِ دل کا  
 نذرِ طوفانِ الم کو شش نظر آتا ہے

اشراقِ شریہ اعجازِ جمالِ رنجِ دوست  
 کہیں ظاہر کہیں روپوش نظر آتا ہے

آج میخانے میں ساتی جو نہیں ہے اے حیات  
 ہر سببِ حشرِ بر آغوش نظر آتا ہے



جب تک اپنی ہستی سے آشنا رہے ہیں ہم  
زیست کی حقیقت کا آئینہ رہے ہیں ہم  
اس کو بے خیال ہیں ابک بار دیکھا تھا  
آج تک یہ عالم ہے لڑکھڑاہے ہیں ہم  
صبح و شام یکجا ہیں کیا تضاد فطرت ہے  
آزادانے والے کو آزاد رہے ہیں ہم  
دل میں جانی بھائی آہٹیں پہکتی ہیں  
آج اُن کو بھی شاید یاد آ رہے ہیں ہم  
گردے بچو یا رو، دور ہی رہو یا رو  
مصلحت کی دیواریں اب گرا رہے ہیں ہم  
نا سمجھ کے ہاتھوں میں دے دل کا آئینہ  
اپنی سادہ لوحی پر سکرا رہے ہیں ہم  
اے حیات جل جائے دامن خودی جس سے  
اس چراغِ اراں کو خود بھار رہے ہیں ہم





وہ غزورِ برق وہ شامِ نگاہی کے مزے  
یاد ہیں اب تک شبنم کی تباہی کے مزے

زقتِ محبوب میں جن کی گذرتی ہوں شبہیں  
پوچھے کچھ ان سے آہِ صبحِ نگاہی کے مزے

صاحبِ شکر و قناعت بندہ صبرِ پُرسا  
نقر میں بھی لوٹتے ہیں بادِ شاہی کے مزے

دیکھتے ان کو چلے تھے اور وہ بھی بے نقاب  
پاگئے اے حضرتِ دل کم نگاہی کے مزے

زندگی بھر کے لئے غم کی امانت بخش دی  
مجھ سے پوچھو حسن کی برہم نگاہی کے مزے

خاکِ ساحل پر اُٹے گی ایک دن اے ناخدا  
دیکھنا میرے سینے کی تباہی کے مزے

اے حیاتِ اب قاتل و مقول دونوں آئے ہیں  
آئیں گے اب پیشِ راور و ادِ خواہی کے مزے

(مطالعہٴ صبر - صہبام نو - کرچی - حلالِ نیند لا)



نہ سبک سبک پون میں نہ گلوں کی انجمن میں  
جو سکون مل رہا ہے تری یاد کی چسبمن میں

جسے تیرے سامنے بھی میں نہ لاسکا زباں تک  
وہ فنا نہ محبت کہوں کیسے انجمن میں

یہ بہشت ہے تو اب بھی فقط آب کی کمی ہے  
کسی روز آئیے تو مرے دل کی انجمن میں

غمِ بزرگی کے مارے کہیں جی نہ پار دینا  
کھٹی اور راستے ہیں ترے غمِ کم کی کرن میں

کبھی بھیس میں نے بدلے کئی دس دیکھ ڈالے  
مرے دل کو سکھ ملا ہے گرا پنہ ہی وطن میں

شبِ غم کی تیرگی کا مجھے کوئی غم نہیں ہے  
تری یاد جب بھی آئی دینے جل اٹھے ہیں من میں

(مطہر علی ہندی اور شی کلکتہ)

یہ اُدس اُدس چہرے یہ خزاں کا دور دورہ  
لوں سکوں کی سانس کیسے میں جیا اس گھٹن میں

○  
آفتابِ حسن کی صنو بامِ دور تک آگئی  
باتِ آخرِ عشق کے ذوقِ نظر تک آگئی

غیرت پر وازِ آخِ اب بے تیرا کیا خیال  
اب تو گلشن میں بہاروں کی خبر تک آگئی

کچھ بے بد تھا عشق، کچھ برہم تھا جلووں کا مزاج  
بڑھتے بڑھتے گفتگو برقِ دُشربُک آگئی

وہ تو یہ کیسے کر روزِ حشرِ خستہ ہوئی  
بحثِ عصیاں ان کی شانِ درگزر تک آگئی

کعبہ و بتخانہ دونوں دورے دیکھ لے کے  
ایک دنیا کھینچ کے ان کے نگِ درنگ آگئی

انشرافِ نیک نگاہِ عشق کا حسنِ کیش  
میشنی خود بڑھکے اربابِ نظر تک آگئی

لے حیات اب اس سے بڑھکے انقلاب آگیا  
پاؤں کی روندی ہوئی خاکِ بڑکے سربِ آگئی  
(مطبوعہ جہانستان دہلی)

تنو پر تسم ہے نہ ضیاء سحری ہے  
کوئین چمکے ہیں جمال بشری سے

محرورم تھا دل لذتِ دردِ جگری سے  
کچھ دن بو نہی گزرے ہیں مریٰ بھری سے

جب دیکھنے والے نہ رہیں موشی میں اپنے  
کیا فائدہ اسے حسنِ تری جلوہ گر کرنے

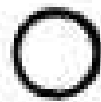
یہ عشق کی منزل ہے تیرے دارِ منہ سے  
بہتر ہے گزر جائے اگر بے خبری سے

کچھ اور نکھر آیا ہے حسنِ مدِ واکسم  
جھوٹ ہے کرنِ جب مرے داغِ جگری سے

یہ شوخی و ستا نہ رہی کس سے ملے ہے  
پوچھے یہ کوئی رازِ نسیم سحری سے

زاد کو حیات اپنے علی پر ہے بڑا ناز  
واقف نہیں شاید مرے دامن کی تری سے

(محبوبہؔ غلامیؔ شاعرہؔ جہڑہ - استقلال رنگون بھٹا)



آدم سرور خشاں کی خبر ہونے تک  
سب یہ ہنگامہ شبنم ہے کھر ہونے تک

اشک شبنم کے ہیں سورج کی نظر ہونے تک  
غنچہ و گل کا تبسم ہے کھر ہونے تک

حالِ دل پوچھنے والو! مے آنسو ہیں گواہ  
مجھ پہ گزری ہے جو کچھ ان کی نظر ہونے تک

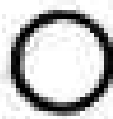
آپ کے سامنے نکلے دوں نہ جیل کو بیک  
کیوں جیوں غیر کا میں دست نگر ہونے تک

دل دیا، دردِ محبت بھی دیا، تبسم بھی دیا  
اکٹھا اس نے نہ کی مجھ پہ بشر ہونے تک

اے گرفتارِ قفسِ روحِ جن، جانِ ہمار  
میر کو صبرِ ہماروں کی سحر ہونے تک

آپ اس بزم میں جاتے تو ہیں مانا کہ حیات  
ہوشِ رہبانیں اگر جلوہ نگر ہونے تک

# نغمہ وطن



اے مرے پیارے وطن پیارے وطن پیارے وطن  
تیری سرحد کبھی آہنچ نہ آنے دیں گے  
اے مرے دلش تر امان نہ جانے دیں گے  
تیرے دامن کو کبھی چھو نہیں سکتا دشمن  
اے مرے پیارے وطن  
کوشش اوزانہک و گوتم کی یہ پھیلواری ہے  
وارث و حشمتی کا دریائے کرم جاری ہے  
تو ہے نفرت کے اندھیروں میں محبت کی کرن  
اے مرے پیارے وطن

چند رشکِ ہم ہیں بجگتِ سنگِ ہمیں بسلی سے جوی  
 تیرے بیٹوں میں ہیں شفاقِ ہزاروں اب بھی  
 تیرے بیٹوں کے لئے کھیل ہے یہ وارِ دہسن  
 اے مرے پیارے وطن  
 تیرے دشمن ترا ایک پھول نہیں لے سکتے  
 پھول تو پھول ہیں وہ شول نہیں لے سکتے  
 اب بھی آباد ہے دیروں سے ترا ہی آنگن  
 اے مرے پیارے وطن  
 گردِ وارے، یہ کلتیا، یہ تیرے دیرِ حرم  
 کہ ہے ہیں تیرے دشمن سے یہاں ایک ہیں ہم  
 ایکتا اور اہنسا کے انوکھے درپن  
 اے مرے پیارے وطن  
 ہاتھ لکھیں جو بڑھائے گا وہ کٹ جائے گا  
 بانٹنے تجھ کو جو آئے گا وہ بٹ جائے گا  
 دیتا اور محبت کا تو ہی ہے مسکن  
 اے مرے پیارے وطن  
 علمِ دفن، جرات و اشار کا گوارہ ہے  
 دوستوں کے لئے تو سیار کا گوارہ ہے  
 تیرے بازو میں مخالف کے وارِ دہسن  
 اے مرے پیارے وطن اے مرے پیارے وطن  
 (ال اندیا دیدیو لکھنؤ کے شکر کے ساتھ)

# الحمد



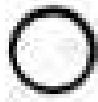
جنگِ آزادی کی سیرکارواں اُردو زبان  
 ہے اہنسا اور محبت کی زبان اُردو زبان  
 اچھا ہے جسم تو ہے اس کی جان اُردو زبان  
 افتخار و فائز شہرِ ہندوستان اُردو زبان  
 اتحادِ باہمی کی یہ حسین تصویر ہے  
 دوستو اُردو نہیں ہے جنتِ کشمیر ہے  
 اس کو تہذیب و تمدن کا نشان کہہ لیجئے  
 آسے عشق و محبت کی زبان کہہ لیجئے  
 علم و فن کا مسکرا گلستاں کہہ لیجئے  
 سیر اور غالب کا اندازِ بیاں کہہ لیجئے  
 نغمہٴ احساس ہے یہ بولتا اجاد ہے  
 سب زبانیں پھول ہیں ہر پھول کی خوشبو ہے یہ



اس سے دلی اور دکن دونوں نے پائی آگئی  
 اس کے جلووں سے ملی شام اودھ کو روشنی  
 اس نے دی صبح بنارس کو نئی تابندگی  
 اس نے کی بنگال کی زلفوں میں بھی شانہ بخشی  
 ہند میں اس نے کھلائے ہیں فصاحت گلاب  
 اس کے پیانے سے پھلکی ہے تمدن کی شراب  
 اس کی چاہت سے عظیم آباد دنیا میں غلبہ  
 اس کے دیوانے ہیں حکیت و دیانت شکر قسم  
 اس میں ہیں جذبات تو بھی اور خیالات قدیم  
 اس کی محفل سے ملی شانہ شکر ذوقِ سلیم  
 اس کا ماضی تو جس بے جاں کے مالک ہو تم  
 دوستو اب ورثہ اقبال کے مالک ہو تم  
 اس میں ہے انجیل بھی گیتا بھی اور قرآن بھی  
 اس کے دامن میں گرنا ملک کا ہے فیضان بھی  
 قصہ رخلد و لب بھی زلیت کے ارمان بھی  
 اس میں آفات اب بھی ترجموں کی شان بھی  
 ایک ہوں اہل وطن اُردو کا یہ پیغام ہے  
 اتحادِ باہمی اُردو زبان کا نام ہے

(اردو کا وہی انجیل دینس کے افتخارِ حبلے سے ہو بھی گئی)

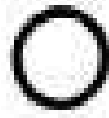
# بکھری کھڑکی



ارماں کے غم، فراق کے غم، زندگی کے غم  
بن کر شراب کب سے سا غریب ڈھل گئے

دلوں میں عزمِ شفق رنگ اب ضروری ہے  
بدل دوسرے کا آہنگ اب ضروری ہے  
حدوں سے بڑھنے لگے غریب تیرے کسبی  
نئی سحر کے لئے جنگ اب ضروری ہے

یہی جلیبیاں بنیں کی تری راہ کا اُجالا  
تو گزر تو اپنی حد سے ذرا حسرت نشین

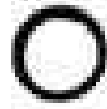


مرنی ہو جس کی زلفِ سائل سنوارے  
ہم زندگی کو آئینہ خانہ بنائے ہیں

چہرہ از کر تشنگی کا مجھے حجام یاد آیا  
مرانا مہم جس نے پوچھا ترانا مہم یاد آیا  
کبھی شوخی صبا سے جو کھل کی نیند ٹوٹی  
وہ لطیف جنبش لب وہ سلام یاد آیا

جب گیسوئے فراق نہ سلجھے تہا کرات  
و اما ان انتظاریہ تہا سے بھر گئے

اک دھوپ چھاؤں یہ بھی تری ہی گلی کی ہے  
یہ چانتا ہوں مگر ہنسی شام و سحر کو میں



اسیر کرتا ہے جو خود کی کندے اہ و نکشاں کو  
مگر وہی آدمی زمیں پر غم و الم سے نڈھال کیوں ہے

مانا اثرِ گردشِ ایام بہت ہے  
مے خانا سلامت ہے تو آرام بہت ہے  
تفریقِ گل و خار سے اُکھاؤ نہ دامن  
اسے اہل چین تم کو اہلی کام بہت ہے

دل دیا، دردِ محبت بھی دیا، غم بھی دیا  
اکتفا اس نے نہ کی مجھ پر بشر مہر نے تک

آئینہ دل کا حیاتِ آبِ بکا کر گزریں  
دور تک گردے کوئی ہوئی دیواروں کی